فکر و نظر

صدرِ مملکت کی نشری تقریر کا ایک جائزہ

صدرِ مملکت، چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب جنرل محمد ضیاء الحق ماشاء اللہ ایک بہترین مقرر ہیں، اور قوم کے نام ان کی ہر نشری تقریر سے جہاں ایک سربراہِ مملکت کا جاہ و وقار ٹپکتا ہے، وہاں ایک بیدار مغز سیاستدان کی حکمتِ عملی اس سے مترشح ہوتی اور کسی واعظِ دلپذیر کی اثر آفرینی بھی اس میں پائی جاتی ہے ——— ان کی ۱۲ راگست کی تقریر بھی انہی خوبیوں کا حسین مرقع ہے اور اس طویل تقریر میں انہوں نے تقریباً ہر وہ بات بیان کر دی ہے جو وقت کا تقاضا تھا اور جس کی اہلِ وطن ان سے توقع کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے جو کچھ فرمایا، دل کی گہرائیوں سے بیان فرمایا، اور ان کی ہر بات ان کے اخلاص کا منہ بولتا ثبوت، جذبۂ حب الوطنی کی بہترین عکاسی، امورِ مملکت میں گہری دلچسپی کی غماز اور ان کی اسلام پسندی کا مظہر اور ترجمان تھی!

——— اس وقت ان کی اسی تقریر کے مندرجہ ذیل نکات ہمارے پیشِ نظر ہیں:

- "مسلمان اپنی حکومتوں میں کسی دستور اور قانون کو خود مرتب کرنے کا حق نہیں رکھتے، ان کا دستور مرتب و متعین ان کے ہاتھوں میں موجود ہے اور وُہ ہے قرآنِ مجید!" (بحوالہ تقریر نواب بہادر یار جنگ و قائدِ اعظم)
- "مسلمانوں کا آئینِ مطلق تو قرآن ہی ہے اور جو کوئی اسلامی نظام یا اسلامی حکومت کا دعویدار ہے، اسے اسی بنیادی اور دائمی سرچشمۂ حیات کی طرف رجوع کرنا چاہیے لیکن قرآنِ پاک میں روزمرہ زندگی کے تمام جزئیات کے متعلق ساری کی ساری ہدایات درج نہیں۔ لہٰذا جہاں قرآنی احکامات میسّر نہیں وہاں ہمیں سنتِ رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہوگا!" ——— آگے جا کر انہوں نے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"جہاں کہیں قرآن و سنت کے احکام مفقود ہیں وہاں ہمیں اجتہاد سے کام لینا چاہیے اور اجتہاد کے دروازے مسلمانوں پر کھلے رہنے چاہئیں!" ـــــ اسی ضمن میں بعد میں انہوں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا وہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے، جب وہ یمن کے گورنر بنا کر روانہ کیے گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:

"(اے معاذ) آپ فیصلوں کے لیے کس چیز کو اپنائیں گے؟"

انہوں نے کہا، "یا رسول اللہ، قرآن حکیم کو!" ـــــ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ "قرآن کریم میں اگر آپ کو کوئی چیز نہیں ملی؟" ـــــ تو فرمایا کہ "رسول اللہ! آپؐ کی حدیث، آپؐ کی زندگی کے واقعات سے فائدہ اٹھاؤں گا!" ـــــ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "فرض کیجئے کہ آپ کو اس سے بھی کچھ نہیں ملتا؟" ـــ تو فرمایا، "رسول اللہ، میں اپنے دماغ سے کام لیتے ہوئے اجتہاد کے طور پر اپنا وقت نکالوں گا!"

* "ـــــ اور آئین سازی کے سلسلے میں یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضع کردہ ایک آئین بھی ہمارے پاس موجود ہے!" اسی ضمن میں اس کے بعد صدر صاحب نے "میثاقِ مدینہ" کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

* "اسلامی احکامات کے مطابق آئین سازی کا مرحلہ صرف ہمیں پیش نہیں آیا، یہ منزل ایک اُمّی، جو ہادیٔ دوجہان اور سرورِ کونین تھے، انہوں نے بھی انجام دی، ہم تو ان کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں، لیکن ہم یقیناً ان کے اتباع میں یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔"

* "آپ نے یقیناً اس بات پر کئی بار غور فرمایا ہو گا کہ ہمارے وطنِ عزیز میں بار بار مارشل لاء کیوں لگا اور کیوں آئین کبھی منسوخ اور کبھی معطل ہوئے؟ ـــ میں اس وقت اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتا، لیکن ۱۹۷۷ء کے واقعات کا ذکر ضرور کرنا چاہتا ہوں، جس کے نتیجے میں موجودہ مارشل لاء لگانا پڑا اور ۱۹۷۳ء کا آئین معطل کر دیا گیا ـــ سب کہتے ہیں، اور کسی حد تک بجا کہتے ہیں کہ یہ آئین عوام کے منتخب نمائندوں کا بنایا ہوا تھا اور اس پر تمام سیاسی جماعتوں اور گروہوں نے مہرِ تصدیق ثبت کی تھی ـــــ اس آئین پر عملدرآمد کرانے والی حکومت بھی جمہوری حکومت کہلاتی تھی۔ اگر یہ سب کچھ درست ہے تو کیا وجہ ہے کہ ۱۹۷۷ء میں جب ملک بحران سے دوچار ہوا تو یہ آئین اس بحران کا کوئی حل پیش

نہ کر سکا؟"

- "اصل نکتہ یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت وزیر اعظم اور صدرِ مملکت کے اختیارات میں زبردست عدمِ توازن پایا جاتا تھا اور اسی عدمِ توازن سے ۱۹۷۷ء کا بحران اور گہرا ہو گیا۔"
- "میں نے اب تک جو گفتگو کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں ایسے آئین اور نظامِ حکومت کی ضرورت ہے جس کے خدوخال شریعت سے عین مطابقت رکھتے ہوں، قائد اعظم محمد علی جناح کے تصورات کے آئینہ دار ہوں اور اس کے علاوہ دورِ حاضرہ کے تقاضوں پر بھی پورا اترتے ہوں۔"
- (ہمارے سامنے تیسرا (راستہ) یہ (ہے) کہ ۱۹۷۳ء کے) آئین میں ضروری ردّ و بدل کر کے اسے نافذ کر دیا جائے!" (روزنامہ "مشرق" بعنوان "آئینی و سیاسی مسائل پر صدرِ مملکت کی ۱۲ اگست کی تقریر کا مکمل متن")

قارئینِ کرام، سر دست ہم آئین سے متعلقہ انہی نکات پر اکتفا کرتے ہوئے ان کو زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں!

ان نکات پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی، ان میں پائے جانے والے انتہائی واضح تضادات کی نشاندہی ہوتی ہے ــــــ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بہترین دماغی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوتے بڑی مہارت اور حکمتِ عملی سے پہلے تو نعرہ کی حد تک "ہمارا دستور قرآن ہے!" کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ پھر سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دل و جان سے محبوب رکھنے والوں کے جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے ــــــ پھر آپؐ ہی کی اتباع کے حوالے سے بڑے غیر محسوس طریقہ سے، آئین سازی کی ضرورت کی طرف پیش رفت ہوئی ہے ــــ پھر ۱۹۷۳ء کے دستور کو، ۱۹۷۷ء کے بحران کے حل کرنے میں ناکام ثابت کرتے ہوئے اس میں ترمیم کی راہ ہموار کی گئی ہے ــــــ اس کے بعد ایک ایسے آئین کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے جو کہنے کی حد تک تو "شریعت سے عین مطابقت رکھتا" ہو گا، لیکن درحقیقت "دورِ حاضر کے تقاضوں پر اسے پورا اتارنے" کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے، دائمی، ابدی اور غیر متبدّل شریعت میں ترمیم و تحریف کے دروازے کھولنے میں بھی کوئی

حرج محسوس نہیں کیا گیا ـــــــ لیکن چونکہ یہ بات ان کے بقول "ملک و قوم کو غیر یقینی حالات سے دوچار کرنے" کے مترادف تھی (نہ کہ اللہ رب العزت کی ناراضگی کا سبب) ـــــــ لہٰذا بالآخر ۱۹۷۳ء کے آئین کو صحیفۂ آسمانی سمجھنے والوں کے زخموں پر مرہم رکھتے ہوئے بڑی حکمت سے اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت پر استدلال کیا گیا ہے۔

چنانچہ اس میں کی جانے والی ترامیم کا اعلان بھی ہو چکا ہے ـــــــ اگرچہ ان ترامیم کا مقصد صدر اور وزیرِ اعظم کے اختیارات میں عدمِ توازن کا خدشہ برقرار رہے گا، ہاں صورتِ حال برعکس ضرور ہو جائے گی کہ پہلے اگر صدر، وزیرِ اعظم کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کا درجہ رکھتا تھا، تو اب وہی حیثیت وزیرِ اعظم کی صدر کے سامنے ہو گی!

تاہم سوال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا دستور (قرآنِ مجید) مرتب و متعین ان کے ہاتھوں میں موجود ہے، اور مسلمان کسی دستور کو مرتب کرنے کا حق بھی نہیں رکھتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کے حوالہ سے اس کام (دستور سازی) کی ضرورت کا احساس کیوں دلایا جا رہا ہے؟ ـــــــ کیا ان دونوں باتوں میں واضح تضاد موجود نہیں ہے؟ کیا دوسری بات پہلی بات کی مکمل تردید نہیں کر رہی؟ ـــــــ اور کیا پہلی بات غلط ہے یا دوسری؟ ـــــــ پھر اگر ملک میں بار بار مارشل لاء لگتا رہا ہے، آئین معطل یا منسوخ ہوتے رہے ہیں، حتیٰ کہ ۱۹۷۳ء کا وہ دستور بھی، جس پر تمام سیاسی جماعتوں اور گروہوں نے مُہرِ تصدیق ثبت کی تھی اور جو عوام کے منتخب نمائندوں (جمہوریوں کے نزدیک منزل من اللہ!) کا بنایا ہوا تھا، ۱۹۷۷ء کے بحران کا کوئی حل پیش نہ کر سکا اور نہ ہی ۱۲ راگست کو وہ ترمیمات کے بغیر جنرل صاحب کے کسی کام آ سکا ہے ـــــــ

چنانچہ آج وزیرِ اعظم اور صدر کے اختیارات میں توازن قائم کرنے کے لیے اس میں ترمیم کا اعلان بھی کیا جا چکا ہے، تو کون یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ کل کے بدلتے ہوئے حالات کے تحت، اس میں مزید ترامیم کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، خصوصاً جبکہ اس سلسلہ میں ہم ایک خدشہ کا اظہار کر بھی چکے ہیں؟ ـــــــ ہم برملا یہ کہتے ہیں کہ آئین سازی مخلوق کے بس کا روگ ہی نہیں ہے اور نہ ہی مسلمانوں کو اس دردِ سری کی ضرورت ہے ـــــــ آئین ساز صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے، جس کو تا قیامت پیش آنے والے حالات و ضروریات کا مکمل علم ہے ـــــــ اور قرآنِ مجید اسی

علام الغیوب کا وہ پاک کلام ہے جو ہر دور میں مسلمانوں کی مکمل راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے اور اس میں کسی بھی ترمیم کی کبھی کسی کو ضرورت پیش نہیں آئے گی اور نہ ہی کسی میں یہ جرأت ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے ——— یہی مسلمانوں کا دستور ہے ——— لہٰذا پہلی بات ہی درست ہے کہ :

"مسلمانوں کا دستور مرتب و متعین ان کے ہاتھوں میں موجود ہے ——— اور وہ ہے قرآنِ مجید!" ——— اور :

"مسلمان کسی دستور کو خود مرتب کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے!"

——— لیکن افسوس، کہ اس ٹھوس حقیقت کو، اعتراف کے باوجود، محض نعرہ کی بھینٹ چڑھا دیا گیا!

پھر یہ دستور ایسا دستور ہے کہ اس کی متعین تعبیر بھی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے ——— گویا کتاب و سنت (یعنی شریعت) کی عملداری ہی قرآنِ مجید کو واحد دستور ماننے کا اوّلین تقاضا ہے، نہ کہ سنت سے اتباع کے نام پر، آئین سازی کا استدلال کرتے ہوئے رسالت کے تخت پر خود متمکن ہو جانے کی اس میں کوئی گنجائش موجود ہے![1]

چنانچہ اوّلاً تو یہ بات ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود

---

[1] واضح رہے کہ اسلام انسانی زندگی کو ایک وحدت قرار دیتا ہے جس میں مذہب و سیاست کی کوئی تقسیم نہیں، اس لیے اس کا دستورِ زندگی قرآنِ کریم ہے جس کا تفصیلی نقشہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنت کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ وہ نقشہ اُس وقت تک قرآنِ مجید کا واحد نقشہ شمار ہوگا جب تک آپؐ کی رسالت موجود ہے، لہٰذا جو لوگ کتاب و سنّت کے دستوری تعطل کی نشان دہی کے بغیر آئین سازی کے قائل ہیں، وہ دراصل ریاست و حکومت کو رسالت کی حیثیت دیتے ہیں ——— مسٹر غلام احمد پرویز نے سنت کو ایک وقتی چیز قرار دے کر، حکومت کو سنت میں ترامیم یا نئی آئین سازی کا جو اختیار دیا ہے، وہ اسے رسالت ہی کا نام دیتے ہیں اور اتباع کا یہی مفہوم پیش کرتے ہیں، حالانکہ اتباع کے معنے یہ ہیں کہ سنتِ رسولؐ اللہ کو ابدی حیثیت سے مان کر

کوئی آئین وضع کیا تھا، کیونکہ آئین تو شریعت ہے اور صاحبِ شریعت، شریعت کی اتباع خود کرتا اور دوسروں سے کرواتا ہے، اپنی طرف سے کوئی نئی شریعت، نیا آئین ایجاد نہیں کرتا —— اور اگر "میثاقِ مدینہ" کے کسی مزعومہ واقعہ سے یہ مغالطہ ہو بھی تو " وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى " کے تحت یہ خود شریعت ہی کا حصہ ہو گا، اور جسے بجائے خود دستوری حیثیت حاصل ہے —— پھر آپؐ کا ایسا کرنا تو منصبِ نبوت کے شایاں ہے، لیکن ہمارے لیے یہ نہ تو ممکن ہے نہ لائق، کہ رسالت کی اتباع میں کسی نئی رسالت کو جنم دے ڈالیں اور آپؐ کی اتباع میں خود رسالت کا اعلان کر دیں —— پس صدر صاحب نے یہاں اتباع کا مفہوم غلط سمجھا ہے! —— اور قرآن مجید کی دستوری حیثیت تسلیم کرنے کے باوجود ۱۹۷۳ء کے دستور کو ترمیم کے ساتھ یا ترمیم کے بغیر نافذ کرنے کا نہ تو کوئی جواز موجود ہے اور نہ ہی اسے نفاذِ اسلام کا نام دیا جا سکتا ہے —— چنانچہ ہمارا دعوٰی ہے کہ نفاذِ اسلام کی ایسی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی —— آزمائش شرط ہے!

ہم نے گذشتہ شمارہ کے " فکر و نظر " کے صفحات میں اسی ضرورت پر زور دیا تھا کہ

اس کی اتباع کو لازم قرار دیا جائے جس میں کسی تغیر و تبدل کی گنجائش نہ ہو —— مثلاً اگر "میثاقِ مدینہ" کا کوئی وجود تسلیم کر لیا جائے (جس کا حوالہ جنرل صاحب نے دیا ہے) تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ سنت کا حصہ ہے، تو اس کی حیثیت بھی ابدی ہو گی۔ گویا اس کی اتباع کرتے ہوئے کسی نئی قانون سازی کا جواز پیدا نہیں کیا جا سکتا —— جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ اولاً تو "میثاقِ مدینہ" کا کوئی وجود نہ ہے۔ البتہ سیرت ابنِ ہشام میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انصار و مہاجرین کے لیے مؤاخاۃ کا ایک فرمان ملتا ہے جس کی اگر کوئی حیثیت ہے تو ایک اعلامیہ کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاری فرمایا اور جس نے اسے تسلیم کر لیا وہ آپؐ کا حلیف قرار پایا۔ اس اعلامیہ سے قبل کسی قبیلے یا علاقے کے کسی نمائندے سے بات چیت ہوئی ہے اور نہ کسی کے اس پر دستخط ہیں۔ لہٰذا اسے میثاق قرار دینا بالکل غلط ہے۔ خصوصاً جبکہ مبیّنہ فرمان جسے غلط طور پر "میثاق" کے لفظ سے بعض جدید مورخین نے ذکر کیا ہے، ثابت نہ ہو سکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابنِ کثیرؒ نے " البدایہ والنہایہ " میں اس فرمانِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تفصیل سے ذکر کر کے اس پر امام ابوعبید قاسم بن سلام صاحبِ " کتاب الاموال " و " غریب الحدیث " کی جرح نقل کی ہے۔

۱۴۔ اگست کے موقع پر قرآنِ مجید کی دستوری حیثیت کا اعلان کر دیا جائے ۔۔۔ یہ عہد کیا جائے کہ ہم اپنے جملہ امور قرآن مجید اور اس کی واحد متعین تعبیر، سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی راہنمائی میں انجام دیں گے ۔۔۔۔ اور یہی اسلامی حکومت کی تشکیل کا واحد ذریعہ بھی ہے۔ چنانچہ اگر ایسا ہو جاتا تو ان تضادات کا شکار ہونے کی نوبت نہ آتی!

"جہاں ہمیں کتاب و سنت کے احکام مفقود ہیں" تو جنرل صاحب نے بجا ارشاد فرمایا کہ: "ہمیں اجتہاد سے کام لینا چاہیے اور اجتہاد کے دروازے مسلمانوں پر کھلے رہنے چاہئیں!" ۔۔۔۔ تاہم اجتہاد کا یہ مفہوم درست نہیں ہے کہ کتاب و سنت ناقص ہیں، یا اجتہاد کے نام پر سنت کو تغیّر و تبدل کا نشانہ بنایا جائے۔ کیونکہ مسلمانوں کا (جدید دور کے چند متجددین کو چھوڑ کر) یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ سنّت تا قیامت پیش آنے والے جملہ واقعات و احوال میں ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ اس سلسلے میں بعض ائمہ کی مستقل تصانیف بھی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی مشہور تالیف "معارج الوصول الیٰ معرفۃ ان اصول الدین و فروعہٗ قد بیّنہا الرسول" اسی موضوع پر مستقل تصنیف ہے۔ لہٰذا اجتہاد کا مطلب کتاب و سنت کی وسعتوں اور راہنمائی کی تلاش ہے، کہ جب نئے پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت کا حکم صریح نہ ہو تو غور و فکر سے کتاب و سنت کی راہنمائی خود کتاب و سنت سے تلاش کی جائے۔ اس لیے اس خیال سے اجتہاد کا دروازہ کھولنا کہ کتاب و سنت میں مکمل راہنمائی مفقود ہے، غلط ہے! ۔۔۔۔ اس سلسلہ میں معاذ بن جبلؓ کی جس روایت کا ذکر صدر صاحب نے فرمایا ہے وہ اہلِ روایت و درایت کے ہاں ثابت نہ ہے۔ اور بعض لوگوں کی اس غلط فہمی کا ازالہ جلیل القدر ائمہ نے بہت پہلے سے کر دیا تھا جن میں امام بخاریؒ، ترمذی، دارقطنی، ابنِ حزم، ابنِ طاہر، ابنِ حجر، ابنِ جوزی، عقیلی، ذہبی، سبکی، جیسے محدثین و فقہاء شامل ہیں۔

پس ان معنوں میں آئین سازی کو اجتہاد قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ اجتہاد یہ ہے کہ کتاب اللہ کو دستور جان کر، سنت کو اس کی ابدی تعبیر کی حیثیت سے تسلیم کرنے کا اعلان کیا جائے اور جملہ حکومتی کام انہی کی روشنی میں انجام دیے جائیں۔ اس سلسلہ میں جو ذیلی قوانین اور ادارہ جاتی ضوابط حکومت وضع کرے گی، ان کی حیثیت دستور کی نہیں ہو گی۔ بلکہ

دستور کے تابع تدبیر وسیاست کی ہوگی —— ورنہ اگر اجتہاد کے نام پر آئین سازی یا آئین میں ترمیم کا دروازہ کھول دیا جائے تو وہ کون سی من مانی ہے جو اجتہاد کے نام پر نہ ہوگی؟

—— یہی حال ان کے ارشاد "ہمارا آئین قرآن وسنت پر مبنی ہونا چاہیے" کا ہے۔ کہ جب آپ خود قرآن مجید کے دستور ہونے کا اقرار کر چکے ہیں تو اس الگ آئین کی ضرورت کہاں باقی رہ گئی جو قرآن وسنت پر مبنی ہوگا؟

اسی طرح ہمیں آپ کی اس بات سے بھی اتفاق نہیں ہے کہ "اسلامی نظام کے نفاذ کا عمل جاری رہے گا" —— کہ یہ نظام تو چودہ سو سال قبل سے نافذ ہے —— دراصل افرنگی سیاست کے تابع ایک طویل مدت گزارنے کی وجہ سے ہم یہ فرنگی تصور اسلام میں تسلیم کیے بیٹھے ہیں کہ قانون وضع کیا جاتا ہے پھر وہ نافذ العمل ہوتا ہے۔ حالانکہ اسلام اس تصور کو تسلیم نہیں کرتا۔ شریعت کا صحیح فکر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کی صورت میں اسے مکمل طور پر نافذ کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں، فریضۂ حج ادا کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نکاح وطلاق بھی شرعی احکامات کے تحت انجام دیتے ہیں اور تجارت واقتصاد میں حرام وحلال کا امتیاز بھی روا رکھتے ہیں۔ اگرچہ حکومت کی حد تک یہ بات تسلیم کرنے کا اعلان باقی ہے کہ اس کے نزدیک کتاب وسنت کو (واقعتاً) دستوری حیثیت حاصل ہے!

پس ہمارا کام اس نظام کو نافذ کرنا نہیں۔ بلکہ پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کے لیے ضرورت صرف کتاب وسنت کی دستوری حیثیت کے اعلان کے بعد پاکستان میں اس کی عملداری کی ہے۔ جس کے لیے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ صدر صاحب کو اس کی توفیق عطا فرمائے —— اور اگر ایسا ہو گیا تو آپ کا یہ کارنامہ تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا —— پھر جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو "وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيْمٌ!" —— یقین فرمائیے، آپ کے خلوص کے پیشِ نظر، ہمیں اسی کی آپ سے توقع بھی ہے اور یہی ان سطور کو احاطۂ تحریر میں لانے کا مقصد بھی ہے کہ ؎

این کار از تو آید مرداں چنیں کنند!

وما علینا الا البلاغ!

(اکرام اللہ ساجد)